امام اسحاق بن راہویہ مروزی رحمۃ اللہ علیہ

۱۶۱ھ ——— ۲۳۸ھ

(از مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور)

(۲)

(سلسلہ کے لئے دیکھئے "رحیق" ماہ جولائی ۱۹۵۶ء)

شوافع میں شمار ہونے کی حقیقت | قاضی ابن خلکان نے لکھا ہے کہ بیہقی نے آپ کو اصحاب شافعی میں شمار کیا ہے[۱] صاحب شذرات الذہب فرماتے ہیں آپ امام، حافظ، عالم مشرق اور صاحب تصانیف تھے، مکہ معظمہ کے مکانات کی خرید و فروخت کے جواز و عدم جواز پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ[۲] کیا اور ان کے علم و فضل سے متاثر ہو کر ان کے اصحاب میں شامل ہو گئے[۳] علامہ تاج سبکی نے بھی آپ کو طبقات شافعیہ میں ہی ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالا اقوال سے یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ آپ متعارف معنوں میں امام شافعی کے "مقلد" تھے اور دوسرے شوافع کی طرح آپ بھی شافعی مسلک کے حامی، مبلغ اور مدون تھے۔ حالانکہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ جس نے جامع ترمذی، دیگر کتب حدیث اور ان کی شروح کا سرسری نظر سے مطالعہ کیا اس سے مخفی نہیں کہ اگر آپ نے بعض اقوال سے امام شافعی سے اتفاق کیا ہے تو بیسیوں مسائل میں ان سے اختلاف بھی کیا ہے جس کی ایک مقلد سے کبھی توقع نہیں ہو سکتی ہاں! اگر آپ کے اصحاب شافعی میں شامل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جہاں آپ نے دوسرے سینکڑوں اہل علم سے استفادہ کیا امام شافعیؒ سے بھی مستفید ہوئے تو یہ بلا شبہ صحیح اور درست ہے مگر یہ چیز نہ تو موجب حیرت ہے اور نہ مستلزم "تقلید" علماء حق ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہی رہتے ہیں۔ اگر اس کا نام تقلید ہے تو پھر مسلمہ مجتہدین کو مقلد ماننا پڑے گا۔ امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد نے بلا واسطہ امام مالک کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی ہے اور امام احمد

[۱] ابن خلکان صفحہ ۶۴ جلد ۱ [۲] ان "مناظروں" کا ذکر علامہ رازی نے مناقب الشافعی ص ۱۹۹ اور سبکی نے طبقات ص ۲۳۶ جلد ۱ اور بعض دوسرے مصنفوں نے کیا ہے [۳] شذرات ص $\frac{89}{2}$

کو بالواسطہ آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے لہذا ان حضرات کو امام مالک کے حلقہ تقلید میں شامل سمجھنا چاہئیے مگر ظاہر ہے کہ یہ نتیجہ درست نہیں ہوگا۔ جس طرح یہ حضرات امام مالک سے تلمذ کے باوجود ان کے مقلد نہیں ہوئے ٹھیک اسی طرح امام موصوف بھی امام شافعیؒ سے استفادہ کے باوجود ان کے مقلد نہیں تھے

آپ مجتہد مطلق تھے | بلکہ ایک بلند قدر صاحب اجتہاد فقیہ اور محدث تھے اپنے اجتہاد سے فتوے دیتے تھے جسے حق سمجھتے اختیار فرماتے اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ ان کے اجتہاد سے کسے اتفاق ہے اور کسے اختلاف۔ یہی وجہ ہے کہ امام مسلم صاحب الصحیح[1]، امام حاکم[2]، حافظ ابن القیم[3]۔ حافظ سخاوی[4]، شاہ ولی اللہ[5] وغیرہم نے آپ کا ذکر آئمہ مجتہدین ہی کے زمرہ میں کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر کا قول اوپر گذر چکا ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ کان من کبار آئمۃ الاجتھاد[6]

باقی رہا یہ کہ ان کو شافعیوں کے طبقات میں شمار کیا گیا ہے۔ تو یہ ایسا ہی ہے جس طرح ان کو حنابلہ میں بھی شمار کر لیا گیا ہے[7]۔ اس سے مراد بھی مطلق استفادہ ہے ورنہ مصطلح معنوں میں آپ شافعی تھے نہ حنبلی

امت پر آپ کا احسان عظیم | آپ کے زمانے تک حدیث کے جو ذخیرے مدون ہوئے تھے ان میں ہر قسم کی روایات جمع کی گئی تھیں۔ سب سے پہلے امام اسحاق ہی نے اس امر کو شدت سے محسوس کیا کہ احادیث نبویہ کا ایک مجموعہ مرتب ہونا ضروری ہے جس میں صرف صحیح اور قابل اعتماد احادیث ہی ہوں۔ آپ نے اپنے تلامذہ کے حلقے میں اس ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اے کاش احادیث صحیحہ ہی کا ایک مجموعہ وجود میں آجائے حضرت امام بخاری (جو شاید پہلے ہی یہ ضرورت محسوس فرما رہے تھے) استاذ کا یہ ارشاد سن کر اس کا عزم کر لیا اور سولہ سال کی محنت شاقہ سے الجامع الصحیح تصنیف فرمادی قال امام البخاری کنا عند اسحاق بن راھویہ فقال لو جمعتم کتابا مختصرا لصحیح سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فوقع ذلک فی قلبی فاخذت فی جمع الجامع الصحیح[8]

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اس ایک ہی زندہ جاوید کارنامے کے لئے امت محمدیہ قیامت

---

[1] توالی التاسیس از حافظ ابن حجرؒ ص۵ بحوالہ رسالہ "الانتفاع بجلود السباع للامام مسلمؒ" [2] معرفۃ علوم الحدیث ص۴۳ [3] الوابل الصیب ص۵۳ [4] فتح المغیث ص۴۱۵ [5] حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۱-۱۶۳ جلد۱ وانصاف ص۴۳ [6] کتاب العلو للعلی الغفار ص۱۳۵ طبع دہلی [7] طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلی ص۷۹ [8] مقدمہ فتح الباری ص۴ وطبقات السبکی ج۲ ص۶۔

تک کے لیئے آپ کی منت کش ہے۔

زہد و ورع حافظ خطیب نے آپکا ترجمہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے اجتمع له الحدیث والفقه والحفظ والصدق والورع والزهد[1] سبکی لکھتے ہیں الجامع بین الفقه والحدیث والورع والتقوی[2]

اعتقادی مسلک عقائد میں آپ کو صحابہ کرام اور سلف صالحین کا مسلک پسند تھا۔ زندگی بھر اسی کے مبلغ اور حامی رہے۔ عباسی دور کی علمی ترقی کے نتیجہ میں اعتزال، ارجاء، تجہم اور رفض وغیرہ کی صورت میں جو نئے فتنے ابھرے اور اسلام کے بنیادی عقائد میں تزلزل پیدا ہونا شروع ہوا تو آپ ان کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ اور دوسرے محدثین کرام و فقہائے عظام کی طرح وعظ و تذکیر اور تدریس و تصنیف کے ذریعہ ان پر اس قدر شدید حملے کئے کہ وہ ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئے۔

سلف کی طرح آپ صفات باری تعالےٰ پر بلاکیف ایمان لانے کے قائل تھے اور کتاب و سنت میں وارد ہونے والی ہر صفت کو بلاتاویل تسلیم کر لینے کے حامی ۔ معتزلہ، جہمیہ اور دیگر باطل فرقے اللہ تعالےٰ کی صفات ید، سمع، بصر وغیرہ کا (جو کتاب و سنت میں ثابت ہیں) محض اس لئے انکار کرتے ہیں کہ ان کے ماننے سے باری تعالےٰ کے لئے جسمیت اور مخلوق سے تشبیہ لازم آتی ہے۔ لہذا وہ ید کا معنی قوت اور سمع و بصر کا معنی علم کرتے ہیں اور ان صفات کا اطلاق اللہ تعالےٰ پر بلا تاویل جائز نہیں سمجھتے امام موصوف ان کے شبہات کا جواب یہ دیتے ہیں۔

انما یکون التشبیه اذا قال ید کید او مثل ید او سمع کسمع او مثل سمع فاذا قال سمع کسمع او مثل سمع فهذا التشبیه واما اذا قال کما قال الله ید وسمع وبصر ولا یقول کیف ولا یقول مثل سمع ولا کسمع فهذا	جب کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالےٰ کا ہاتھ مثلاً انسان کے ہاتھ کی طرح یا اس کی مثل ہے یا اس کا کان مخلوق کے کان کی طرح یا اس کی مثل ہے تو بلاشبہ یہ تشبیہ ہے لیکن اگر وہ یہ کہے جیسا کہ خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے لئے ہاتھ، کان اور آنکھ کی صفت ثابت ہے مگر یہ نہ کہے وہ کیسی ہے اور نہ یہ کہے کہ مخلوق کے ہاتھ، کان اور

[1] تاریخ بغداد ۳۴۵/۱۲ [2] طبقات کبری ۴۲/۱

لا یکون تشبیھا وھو کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ لیس کمثلہ شئ و ھو السمیع العلیم[1]　　آنکھ کے مشابہ ہے (بلکہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے لئے ویسے ثابت ہیں جیسے اس کی شان کے لائق ہیں) تو یہ کوئی تشبیہ نہیں اور نہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم لیس کمثلہ شئی کے کسی طرح منافی ہے

نزول باری کا اعتقاد جیسا کہ حدیث میں آیا ہے آپ اللہ تعالیٰ کے لئے آسمان دنیا پر نزول بلا کیف کے بھی قائل تھے اور اس کے انکار کو بدعت سمجھتے تھے چنانچہ ایک دفعہ امیر خراسان عبداللہ بن طاہر نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اثبات میں جواب دیا اور وہ احادیث پڑھ کر سنا دیں جن میں اللہ تعالیٰ کے آسمانِ دنیا پر نزول کا ذکر ہے مشہور بدعتی ابراہیم بن ابی صالح بھی اس وقت وہاں موجود تھا وہ سن کر بولا

کفرت برب ینزل من سماء الی سماء　　میں اس خدا کو ماننے کے لئے تیار نہیں جو ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف اترتا ہے۔

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا میرا اس خدا پر ایمان ہے جو اپنی مشیت کے مطابق جو چاہے کر سکے آپ فرماتے ہیں میرا یہ بیان سن کر حاکم خراسان عبداللہ تو مطمئن ہو گیا مگر ابراہیم برابر انکار پر مصر رہا[2] ایک روایت میں ہے جب امیر خراسان کی مجلس میں آپ سے حدیث نزول کی صحت کے متعلق استفسار کیا گیا اور آپ نے اس کی صحت کا اقرار کیا تو ایک فوجی افسر کہنے لگا اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر کیسے اترتا ہے آپ نے فرمایا پہلے اس کے لئے جہت فوق تسلیم کرو۔ پھر میں نزول ثابت کروں گا۔ بولا میں اللہ تعالیٰ کے لئے جہت فوق تسلیم کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا قرآن حکیم میں ہے۔

وجاء ربک والملک صفا صفا　　تیرا رب آئیگا اور فرشتے بھی قطار در قطار حاضر ہوں گے

اس پر امیر کہنے لگا۔ اے ابو یعقوب یہ تو قیامت کو ہو گا آپ بولے جو قیامت کو آسکتا ہے آج اسے کون روکنے والا ہے[3]

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے آپ اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے الگ تھلگ عرش پر مستوی مانتے تھے اور فرماتے تھے اس پر تمام اہلِ علم کا اجماع ہے[4]

---

[1] ترمذی شریف ج۱ ص۸۴　[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص۳۱۵　[3] کتاب العلو للذہبی طبع ہند ص۱۳۵۔
[4] کتاب العلو للذہبی طبع ہند ص۱۳۵

قرآن غیر مخلوق ہے نیز دوسرے آئمہ سلف کی طرح آپ بھی قرآن مجید کے اللہ تعالےٰ کا کلام غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے اور کہا کرتے تھے۔

کیف یکون شی خرج من الرب	جس چیز کا صدور خدا کی ذات سے ہوا ہے وہ مخلوق
عزوجل مخلوقاً[1]	کیسے ہوسکتی ہے؟

ایمان کم وبیش ہوتا ہے ایک دفعہ عبداللہ بن طاہر کی موجودگی میں آپ نے فرمایا

ما رایت اعجب من ھؤلاء المرجئة	یعنی مجھے تعجب ہے ان مرجئہ پر جو کہتے ہیں کہ میرا ایمان
یقول احدھم ایمانی کایمان جبریل واللہ	جبریل کے ایمان جیسا ہے" (کہا جاسکتا ہے) خدا کی قسم
ما استجیز ان اقول ایمانی کایمان یحییٰ	میں تو اسے بھی جائز نہیں سمجھتا کہ اپنا ایمان یحییٰ بن یحییٰ
بن یحییٰ ولا کایمان احمد بن حنبل[2]	یا احمد جیسا ہی کہوں

واضح رہے کہ یہ مذہب حنفیہ کا ہے (یعنی ایمانی کایمان جبریل کہنے کا جواز)

قدر ومنزلت اہل علم اور شیوخ حدیث آپ کو بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور آپ کے بلند مقام کے پیش نظر آپ کی تعظیم وتکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ محمد بن عبدالوہاب کا بیان ہے ایک دفعہ آپ نیشاپور کے مشہور محدث امام یحییٰ بن یحییٰ کے ساتھ ایک مریض کی عیادت کیلئے گئے میں بھی ہمراہ تھا۔ دروازہ پر پہنچ کر آپ رک گئے اور احتراماً امام یحییٰ کو پہلے داخل ہونے کے لئے کہا۔ امام یحییٰ نے آپ کے پہلے داخل ہونے پر اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا اے ابوزکریا آپ مجھ سے بڑے ہیں لہٰذا آپ ہی کو سبقت کرنا چاہیئے امام موصوف بولے "بے شک میں عمر میں آپ سے بڑا ہوں لیکن علم میں آپ مجھ سے بڑے ہیں" یہ سن کر آپ آگے چلنے لگے[3] خود فرماتے ہیں میں بصرہ کے مایۂ ناز محدث امام وہب بن جریر کی خدمت میں حدیث پڑھنے کے لیئے حاضر ہوا۔ فرمانے لگے میں نے چند ماہ کے لیئے حدیث نہ پڑھانے کی قسم اٹھا رکھی ہے اس لئے معذور ہوں۔ میں نے کہا" اللہ تعالےٰ نے مجھے اس قدر علم عطا فرما دیا ہے کہ اب خاص پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ میرے اساتذہ کی فہرست میں آپ کا اسم گرامی بھی آجائے" پوچھا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ میں نے عرض کیا میں خراسان کا رہنے والا ہوں بولے آپ اسحاق بن راہویہ ہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا

---

[1] کتاب العلو للذہبی طبع ہند ص ۱۳۵ [2] طبقات الحنابلہ ص ۶۹ [3] طبقات کبریٰ شافعیہ للسبکی ص ۲۳۵ ج ۱

فرمانے لگے "شوق سے پڑھیئے! میں نے حلف اٹھاتے وقت آپ کو مستثنیٰ کر لیا تھا"۔[۱]

آپ عموماً بغداد تشریف لاتے رہتے تھے جب آپ کی موجودگی میں اصحاب الحدیث علمی مذاکرات کے لیئے کوئی مجلس منعقد کرتے تو کرسی صدارت کے لیئے ان کی نگاہِ انتخاب آپ پر پڑتی۔ آپ میر مجلس کی حیثیت سے جلسہ گاہ کو رونق بخشتے اور اس طرح اہل بغداد کو جن میں نامور محدث اور عظیم المرتبت فقہاء بھی موجود ہوتے تھے آپ کے فیضِ علم سے استفادہ کا موقع ملتا۔ امام محمد بن یحییٰ ذہلی کا بیان ہے میں ۱۹۹ھ میں بغداد آیا تو ان دنوں ہمارے شیخ امام اسحاق بھی وہاں فروکش تھے۔ رصافہ میں چوٹی کے آئمہ حدیث کا اجتماع ہوا، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین جیسے اساطینِ علم حدیث شریک ہوئے کرسی صدارت آپ کو پیش کی گئی۔ اور آپ نے ہی اس مقدس اجتماع کو خطاب فرمایا۔[۲]

کتاب و سنت کی ترویج میں آپ کی جدوجہد طلبِ علم کے زمانہ میں ہی آپ کو علوم کتاب و سنت سے بے پناہ محبت اور والہانہ شیفتگی پیدا ہو چکی تھی اور آپ ان کی تعلیم و ترویج کو اپنا مقصدِ حیات بنا چکے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے وطن خراسان کے مشہور شہر نیشاپور میں مسند تدریس کو رونق بخشی اور مرکزِ اسلام سے اس دور افتادہ علاقہ کو علومِ کتاب و سنت سے اس طرح مالا مال کیا کہ اس کا چپہ چپہ مشکوٰۃ نبوت کے نور سے منور ہو گیا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس علاقہ میں کتاب و سنت کو رواج دینے میں آپ کو گوناگون مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جن کے چند موٹے موٹے اسباب یہ تھے۔

(۱) اس وقت سلطنت عباسیہ پورے عروج پر تھی اسلامی حکومت کے حدود مشرق میں ہندو چین اور مغرب میں براعظم یورپ کے وسط اندلس تک پھیل چکے تھے۔ مفتوحہ اقوام اکثر و بیشتر حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں اور ان کے علوم و فنون کو وسیع پیمانے پر عربی میں منتقل کر لیا گیا تھا۔ اس طرح یونانی، فارسی ہندی اور عربی تہذیبوں کے اختلاط و امتزاج سے معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، مرجیہ اور روافض و خوارج وغیرہ بے شمار باطل فرقے پیدا ہو گئے تھے جن کا کام اسلام کے بنیادی عقائد میں تشکیک و تذبذب پیدا کرنا اور مسلمانوں میں عملی حس بے کار کر کے ان میں عیش و عشرت اور لادینی کی زندگی کے لیئے راستہ ہموار کرنا تھا۔ یہ لوگ محدثین کے کام میں مشکلات پیدا کرتے رہتے تھے مختلف بے بنیاد فلسفی اور

---

[۱] تاریخ بغداد ص ۳۴۴/۶ [۲] ایضاً ص ۳۴۵/۶

کلامی مباحث چھیڑ کر علماء کو ان میں الجھا دیتے تھے۔ بعض وقت ان کو اتنا عروج حاصل ہوا کہ مامون معتصم اور واثق جیسے باجبروت خلفاء ان کے لئے پشت پناہ بن گئے ان کے ہاتھوں محدثین کرام پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے خراسان پر حکومت کی خاص نظرِ عنایت کی وجہ سے ان فرقوں کا وہاں بڑا زور تھا اور ان کی موجودگی میں کتاب و سنت کی ترویج میں مشکلات کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔

(۲) قاضی ابو یوسفؒ ہارون رشید کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کے ممتاز عہدہ پر فائز تھے قضاۃ کا عزل و نصب کلیۃً ان کے سپرد تھا۔ دوسرے حکام کے تقرر میں بھی آپ کے مشوروں کو بڑا دخل تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر آپ اپنے ہم خیال (حنفیہ کرام) قاضی مقرر کرتے[1] اور ایسے ہی دوسرے ان حکام کے تقرر کا مشورہ دیتے جو ان کے مسلک سے زیادہ سے زیادہ قریب ہوتے تھے۔ حکومت کے زیر اثر آپ کی نظرِ عنایت بھی دوسرے ممالک کی نسبت خراسان اور ماوراء النہر کے علاقہ کی طرف کچھ زیادہ ہی مبذول رہی یہی وجہ ہے کہ بلفحوائے الناس علی دین ملوکہم اس سارے علاقے میں حنفی مذہب رائج تھا اور ان لوگوں کے لئے اپنے سے مختلف اندازِ فکر کا گوارا کرنا ناقابلِ برداشت تھا۔

(۳) مرکزِ اسلام سے دور ہونے کی وجہ سے اس علاقہ میں محدثین کے قافلوں کی آمد و رفت کا رواج بہت کم تھا۔ اس کے نتیجہ میں علمِ حدیث اور فقہ حدیث کی نشر و اشاعت کا یہاں کوئی معقول انتظام نہیں تھا۔ اس لئے یہاں نئی جد و جہد کی ضرورت تھی۔

یہ تھے وہ حالات جن میں امام موصوف نے علوم کتاب و سنت کی نشر و اشاعت کا بیڑا اٹھایا آپ قال اللہ وقال الرسول کی صدا بلند کرنا تھا کہ مذکور الصدر باطل فرقوں کے علاوہ فقہائے احناف بھی آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ آپ کے مشن کو ناکام کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور کوشش کی کہ فقہ حنفی کے مقابلے میں (جس کی زیادہ تر بنیاد رائے اور قیاس اور مشائخ کے وضع کردہ اصول پر ہے) کسی طرح حدیث اور اس سے استنباط شدہ فقہ حدیث رائج نہ ہونے پائے مگر آفرین ہے آپ کی پامردی اور استقلال کے کہ آپ نے ہمت نہیں ہاری اور باری باری

---

[1] بستان المحدثین ص۱ مصنفہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ میں ہے "قاضی ابو یوسف" قضائے ممالک بدست آوردہ از طرف او قضات مے رفتند پس بہر قاضی شرط مے کرد کہ عمل و حکم بمذہب ابی حنیفہ نماید" نیز دیکھو حجۃ اللہ ص ۱۳۶/۱۴۰ ۔

تمام فرقوں کو وعظ و تذکیر ہی، حلقۂ درس میں اور تحریر و تصنیف کے ذریعہ وہ وہ جوابات دیئے کہ وہ میدان مقابلہ سے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ اور آپ نے فقہائے محدثین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک ایسا مقدس گروہ تیار کر لیا جن کے انتھک کوششوں سے خراسان کا ہر ہر شہر اور ہر ہر قریہ قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں سے گونج اٹھا۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہ آپ کے وہ تلامذہ نامدار ہیں جن کی تصنیف کردہ کتابوں نے حدیث اور فقہ حدیث کو زندہ جاوید بنا دیا۔

یہی وجہ ہے کہ امام وہب بن جریر آپ اور آپ کے ساتھیوں کی مساعی جمیلہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اللہ تعالے اسحاق بن راہویہ، صدقہ اور معمر کو جزائے خیر سے نوازے انہوں نے مشرق کے ملک خراسان میں سنت رسول کو زندہ کر دیا ہے[1]

امام ابن حبان فرماتے ہیں

کان اسحاق من سادات اھل زمانہ فقھاً وعلماً وحفظاً صنف الکتب و فرع علی السنن وذب عنھا وقمع من خالفھا[2]	امام اسحاق علم حدیث، فقہ اور قوت حفظ میں اپنے اہل زمانہ کے سردار تھے آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں حدیث سے استنباط مسائل کا طریقہ رائج کیا اور سنت رسول کا اس قدر پرزور دفاع کیا کہ تمام مخالفین حدیث کا قلع قمع ہو گیا۔

امام ابن حبان کے یہ مختصر جملے کتاب و سنت کی نشر و اشاعت میں آپ کی مشکلات اور پھر آپ کے ان پر قابو پا لینے کا کتنا صاف اور غیر مبہم تبصرہ ہے جو تمام پیش آمدہ حالات کی غمازی کر رہا ہے۔

امام ابو زرعہ کو حالات کا مقابلہ کرنے کی تلقین یہی نہیں کہ جب کتاب و سنت کی نشر و اشاعت میں آپ کو مشکلات کا سامنا ہوا تو آپ نے نہایت پامردی اور استقلال سے ان کا مقابلہ کیا بلکہ جب اس ملک میں دوسرے محدثین کو ایسے حالات پیش آئے تو آپ نے ان کو بھی اپنے مسلک پر جمے رہنے اور حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا چنانچہ کچھ ایسے ہی حالات سے امام ابو زرعہ رازی کو دوچار ہونا پڑا۔ شہر رے میں درس حدیث شروع کرنے کی وجہ سے فقہائے احناف ان سے بگڑ گئے اور طرح طرح سے تنگ کرنے لگے حتیٰ کہ درس حدیث بند کرانے

---

[1] تاریخ بغداد ص ۳۴۴/۶۴۰　[2] تہذیب التہذیب ص ۲۱۸/۱۳۰

کے لیے حاکم شہر کو ایک لاکھ درہم کی پیشکش کی[1] امام موصوف ان حالات سے تنگ آکر وہاں سے چلے جانے کے لئے سوچنے لگے۔ امام صاحب کو اس بات کا پتہ چلا تو امام ابوزرعہ کو حالات کا جم کر مقابلہ کرنے کی تلقین فرمائی امام ابوزرعہ فرماتے ہیں۔

کتب الی اسحاق بن راھویہ لایھولنك الباطل فان للباطل جولۃ ثم یتلاشی[2]

باطل سے مت گھبراؤ وہ ایک دفعہ پوری قوت سے ابھرتا ہے پھر جلد ہی مٹ جاتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام ابوزرعہ جو پریشان ہو کر جانے کے متعلق سوچ رہے تھے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ڈٹ گئے بالآخر آپ غالب آئے اور دیکھو کہا بندگان خدا نے آپ کی معرفت اپنے سینوں کو کتاب و سنت کی روشنی سے منور کیا سچ پوچھو تو امام موصوف کی کامیابی کا سہرا دراصل امام اسحاقؒ کے سر ہے جن کے مخلصانہ مشوروں اور بے لاگ ترغیب و تحریض سے آپ کتاب و سنت کی نشر و اشاعت پر قادر ہوئے یہی وجہ ہے کہ امام اسحٰقؒ نے ایک طویل مکتوب میں امام موصوف کی کامیابی پر بے پناہ مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"آپ کے حالات سن کر ہر روز میری خوشی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو سنت کا محافظ بنایا۔ آج ایک اہل علم کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ وہ سنت کی حفاظت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے۔ احمد بن ابراہیم آپ کے بہت مداح ہیں۔ بعض وقت ان کی مدح افراط کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ مگر الحمد للہ آپ کے حق میں یہ کوئی افراط نہیں ہے انہوں نے مجھے آپ کا وہ مکتوب دکھایا جس میں آپ نے اس وصیت کا ذکر کیا ہے جو میں نے آپ کو سنت رسول کی نشر و اشاعت اور اس معاملہ میں مداہنت ترک کرنے کے متعلق کی ہے۔ اللہ تعالٰے آپ کو جزائے خیر دے میری نصیحت پر ہمیشہ عمل پیرا رہنا یاد رکھئے! باطل ایک دفعہ پوری قوت کے ساتھ ابھرتا ہے مگر جلد ہی سرد پڑ جاتا ہے۔ میں آپ کی صلاح اور حسن کردار کا خواہش مند ہوں آپ کی طرف سے آنے والے بھائیوں سے آپ کے علم اور حافظہ کے حالات سن کر بے حد خوشی محسوس کرتا ہوں"[3]

تصانیف آپ نے علوم دین کی ترویج میں اپنی مساعی کو تعلیم و تدریس تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ

---

[1] تقدمہ الجرح والتعدیل ص ۳۴۷ [2] ایضاً ص ۳۴۲ [3] ایضاً ص ۳۴۹

بہت سی نادر تصانیف بھی اپنی یادگاریں چھوڑی ہیں ان میں سے کتاب التفسیر اور فقہ حدیث میں کتاب السنن کا ذکر ابن ندیم نے فہرست میں کیا ہے[۱] تاریخ بغداد[۲] سے آپ کی ایک کتاب مسند کا بھی پتہ چلتا ہے جو آپ تلامذہ کو زبانی املا کرایا کرتے تھے۔ امام ابن حبانؒ کے مذکورہ بالا قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مختلف فرقوں کے جواب میں بھی متعدد کتابیں لکھیں۔ مگر افسوس ان میں سے آج کسی کا پتہ نہیں چلتا۔ دیگر علمائے سلف کی طرح آپ کی تصانیف بھی دستبرد زمانہ سے محفوظ نہیں رہ سکیں اسی لئے امام حاکمؒ لکھتے ہیں اسحٰق بن راھویہ وابن المبارک ومحمد بن یحییٰ دفنوا کتبھم۔

اولاد دو صاحبزادوں کا پتہ چل سکا ہے دونوں آپ کے شاگرد بھی تھے، محمد بن اسحاق، وعلی بن اسحاق اول الذکر قاضی بھی تھے۔ ۲۹۴ھ میں وفات پائی[۳]

تلامذہ آپ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے، حافظ ذہبی متعدد اصحاب کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں وخلق کثیر اسی طرح خطیب تاریخ میں لکھتے ہیں وخلق یطول ذکرھم۔ یعنی آپ سے اتنے لوگوں نے علم حاصل کیا کہ ان کے ذکر کے لئے دفتر درکار ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

امام بخاری، امام مسلم، امام احمد بن حنبل، امام الجرح والتعدیل، امام یحییٰ بن معین، امام ابوداؤد امام نسائی، امام ترمذی، محمد بن یحییٰ ذہلی، محمد بن رافع، اسحاق کوسج، زکریا سجزی، محمد بن افلح اور ابوالعباس سراج وغیرہ۔ آپ کے شیوخ میں سے بقیہ بن ولید اور یحییٰ بن آدم نے بھی آپ سے استفادہ کیا رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔

وفات حسرت آیات زندگی بھر قال اللہ وقال الرسول کا غلغلہ بلند کرنے کے بعد آپ نے ۷۷ سال عمر پاکر انوار کی رات ۱۴ شعبان المعظم ۲۳۸ھ کو عباسی خلیفہ متوکل علی اللہ کے عہد حکومت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

صلحاء کے خواب ایک صالح بزرگ علی بن سلمی کرابیسی کا بیان ہے جس رات امام اسحاق کا انتقال ہوا میں نے خواب میں دیکھا کہ امام موصوف کی گلی سے چاند طلوع ہوا ہے جو آسمان پر پہنچ کر وہاں گرا جہاں اب آپ مدفون ہیں مجھے آپ کی وفات کی اطلاع نہیں تھی صبح سویرے باہر نکلا تو گورکن کو اسی جگہ امام اسحاق کی قبر کھودتے پایا جہاں میں نے رات کو چاند گرتے دیکھا تھا[۶]

۱؎ فہرست ابن ندیم ص۳۲۱ ۲؎ تاریخ بغداد ص۳۵۴/۶ ۳؎ طبقات کبریٰ شافعیہ سبکی ص۲۳۵/۱ ۴؎ ۵؎ شذرات ص۲۱۶/۲ ۶؎ طبقات کبریٰ شافعیہ للسبکی ص۲۳۵